5177CH01

باب 1

سماجی ڈھانچہ، طبقاتی تقسیم اور معاشرتی عوامل

(SOCIAL STRUCTURE, STRATIFICATION AND SOCIAL PROCESSES IN SOCIETY)

تعارف (INTRODUCTION)

آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلے کی سماجیات کی کتاب (''سماجیات کا تعارف'' این سی ای آر ٹی 2006) کی ابتدا میں ذاتی مشکلات اور سماجی مسائل کے مابین تعلق پر ایک گفتگو آپ کے ساتھ ہوئی تھی۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ افراد کس طرح اجتماعی چیزوں جیسے گروپ، طبقات، جنس، ذاتوں اور قبیلوں میں منقسم ہوتے ہیں۔ بلاشبہ آپ میں سے ہر ایک محض کسی ایک قسم کی اجتماعیت کا حصہ یا رکن نہیں ہوتا بلکہ بہت سی ہم وقتی اجتماعیتوں سے منسلک ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے ہمجولیوں کے گروپ کے رکن ہیں، اپنے خاندان اور رشتہ داروں کا ایک جزو ہیں، اپنے ہم جنسوں اور طبقہ کا حصہ ہیں، اپنے ملک اور خطہ سے بھی منسلک ہیں۔ اس طرح ہر فرد کا سماجی ڈھانچے اور طبقاتی نظام میں ایک مخصوص مقام ہوتا ہے۔ (کتاب ''سماجیات کا تعارف'' کے صفحات ۲۸ تا ۳۵ دیکھیں) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ لوگوں کی سماجی وسائل تک رسائی کے ڈھنگ اور طور طریقے اور سطحیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکول کے تعلق سے (اگر ایک شخص اسکول جاتا ہے) کسی فرد کے لیے زندگی میں منتخب کرنے کے لیے جو مواقع میسر ہو سکتے ہیں، ان کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ وہ سماج کے کس طبقے سے آتا ہے۔ اسی طرح اس کے لباس، غذا، آرام و تفریح کے مواقع، صحت کی سہولتوں تک رسائی۔ غرض یہ کہ اس پورے طرز زندگی کا تعین بھی سماجی طبقہ سے ہوتا ہے۔ سماجی ڈھانچے کی طرح سماج میں طبقاتی تقسیم بھی انفرادی حرکت کو محدود اور مسدود کرتی ہے۔

سماجیاتی نظریہ کا ایک اہم مقصد فرد اور سماج کے مابین رشتہ رہا ہے۔ آپ کو سی، رائٹ مِل کی منطقی مناظرہ کا یا جدلی سماجیاتی

تصور کی وہ تشریح یاد ہوگی جو ایک فرد کی سوانح حیات اور سماج کی تاریخ کے باہمی تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ہمیں فرد اور سماج کے مابین جدلی تعلق کو سمجھنے کے لیے اس باب میں ان تین مرکزی تصورات — یعنی سماجی ڈھانچہ، طبقاتی تقسیم اور سماجی عوامل پر گفتگو اور بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ اگلے چند ابواب میں ہم جاننے کی کوشش کریں گے کہ دیہی اور شہری معاشروں میں سماجی ڈھانچہ کس طرح مختلف ہوتا ہے، ماحول اور سماج کے وسیع تر تعلقات کیا ہیں؟ آخری دو ابواب میں مغربی سماجی مفکرّین اور ہندوستانی ماہرینِ عمرانیات (سماجیات) اور ان کی تحریروں پر نظر ڈالیں گے۔ جس سے ہمیں سماجی ڈھانچہ، طبقاتی تفریق اور سماجی عوامل کے خیال کو مزید سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اس باب میں جن مرکزی سوالوں پر بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہ یہ ہیں کہ فرد کس حد تک سماجی ڈھانچے سے آزاد ہے اور کس حد تک اس کے سامنے مجبور ہے یا اس کا پابند ہے؟ سماج میں فرد کی حیثیت یا طبقاتی نظام میں اس کا مقام انفرادی پسند پر کس حد تک اثر ڈالتے ہیں؟ کیا سماجی ڈھانچہ اور سماجی طبقاتی نظام لوگوں کے طرزِ عمل کو متاثر کرتے ہیں؟ کیا یہ باتیں افراد کے باہمی امداد، باہمی مسابقت اور باہمی تصادم کے طریقوں کی تشکیل کرتی ہیں؟

اس باب میں ہم مختصراً سماجی ڈھانچے اور سماج کی طبقاتی ترتیب کی اصطلاحات پر بات چیت کریں گے۔ (ہم کتاب کے ''حصہ اوّل'' کے دوسرے باب میں سماجی طبقاتیت پر قدرے تفصیلی بحث کر چکے ہیں) لہٰذا! اب ہم آگے بڑھتے ہوئے تین سماجی عوامل— یعنی باہمی امداد یا مل جل کر کام کرنا، مقابلہ یا مسابقت اور تصادم یا کشاکش پر توجہ مرکوز کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک عمل کے بارے میں بتاتے ہوئے ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ سماجی ڈھانچہ اور طبقاتی تقسیم و ترتیب کس طرح سماجی طریقِ عمل پر اثر انداز اور اس سے متصادم ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر افراد اور گروہ کس انداز سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، آپس میں کیوں کر مقابلہ کرتے ہیں۔ سماجی ڈھانچے اور طبقاتی نظام میں اپنی حیثیت کے مطابق کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہیں۔

سماجی ڈھانچہ اور طبقاتی ترتیب و تقسیم (SOCIAL STRUCTURE AND STRATIFICATION)

سماجی ڈھانچہ کی اصطلاح اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ سماج کی ایک بناوٹ یا ساخت ہے۔ یعنی وہ ایک خاص انداز یا طریقوں سے منظّم اور مرتّب ہے۔ جن سماجی ماحول میں ہم رہتے ہیں وہ محض واقعات یا افعال کے ایک بے ترتیب اور بے ڈھنگے مجموعہ پر مشتمل نہیں ہے بلکہ لوگوں کے برتاؤ اور باہمی رشتوں میں بنیادی ضابطے یا شکلیں ہوتی ہیں۔ سماجی ڈھانچے کا تصور انہی ترتیبوں اور نمونوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایک حد

تک سماج کی بناوٹ کی خصوصیات کو کسی عمارت کے ڈھانچے کے مشابہ سمجھنا مددگار ہوتا ہے۔ عمارت کی دیواریں ہوتی ہیں، فرش ہوتا ہے، چھت ہوتی ہے۔ یہ مل کر عمارت کو ایک خاص شکل دیتے ہیں۔ (گڈنز 2004: 667)

لیکن اگر اس کو بہت زیادہ سختی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ استعارہ کافی گمراہ کن ہوسکتا ہے۔ سماجی ڈھانچے انسانی افعال اور تعلقات سے بنے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل اور ترتیب مدّتِ وقت اور وسعت کے فاصلے سے بنتی ہے۔ گویا سماجیاتی تجزیہ میں تخلیق اور سماجی ڈھانچہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت قریب سے وابستہ ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اسکول اور ایک خاندانی ڈھانچے کو دیکھیے۔ ایک درس گاہ میں کچھ طور طریقے سالہا سال دہرائے جاتے ہیں اور ادارے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً داخلوں کا طریقۂ کار، اخلاقی اصول، سالانہ جشن، روزانہ صبح کا اجتماع اور بعض صورتوں میں اسکول کا ترانہ۔ اسی طرح کنبوں یا خاندانوں میں برتاؤ کے خاص طریقے، شادی کی رسومات اور طور طریقے، باہمی تعلقات کے بارے میں خیالات، فرائض اور توقعات طے کر دیے جاتے ہیں۔ اگر خاندان یا درس گاہ کا کوئی بزرگ رکن فوت ہو جائے اور ان کی جگہ نئے لوگ لے لیں تب بھی تنظیم کا کام برابر چلتا رہتا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ خاندان یا درس گاہ میں تبدیلیاں ضرور آجاتی ہیں۔

مندرجہ بالا سرگرمی اور گفتگو انسانی معاشروں کو ایسی عمارتوں کے طور پر سمجھنے میں ہمارے لیے مددگار ہوسکتی ہے جو ہر لمحہ انھی اینٹوں سے ازسرِ نوتعمیر کی جا رہی ہیں جن سے وہ بنی ہیں۔ اس لیے کہ جیسا ہم نے خود دیکھا کہ انسان درس گاہوں اور خاندانوں میں تبدیلیاں لاتے ہوئے بھی ڈھانچے (سماجی ڈھانچہ) کی افزائشِ نَو میں ردّوبدل پیدا کرتے ہیں، وہ مختلف سطحوں پر اپنی روزمرّہ کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی اتنی ہی سچ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مسابقت یا مقابلہ بھی کرتے ہیں جو اکثر بدمزاجی اور بے رحمی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امداد باہمی کے جذبے کے ساتھ ساتھ سماج میں شدید ٹکراؤ بھی دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اس باب میں آگے چل کر دیکھیں گے۔ امداد باہمی کے لیے لوگوں کو مجبور کیا جا سکتا ہے جس سے ٹکراؤ اور کش مکش کو چھپانے کا کام کیا جا سکتا ہے۔

ایمل درخائم (Emile Durkheim) اور (اس کے بعد بہت سے سماجیاتی ماہرین اور مصنفین) نے جس اہم خیال اور نقطۂ نظر کی پیروی کی، یہ ہے کہ معاشرے یا سماج اپنے لوگوں کے فعل و عمل پر سماجی جبر یا دباؤ ڈالتے ہیں۔ درخائم کی دلیل یہ تھی کہ سماج کو فرد پر برتری حاصل ہے۔ سماج انفرادی فعل و عمل کے مجموعے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس میں وہ مضبوطی ہے اور وہ اتنا ٹھوس ہے کہ

دیہی وشہری علاقے کے مختلف قسم کے مکانات
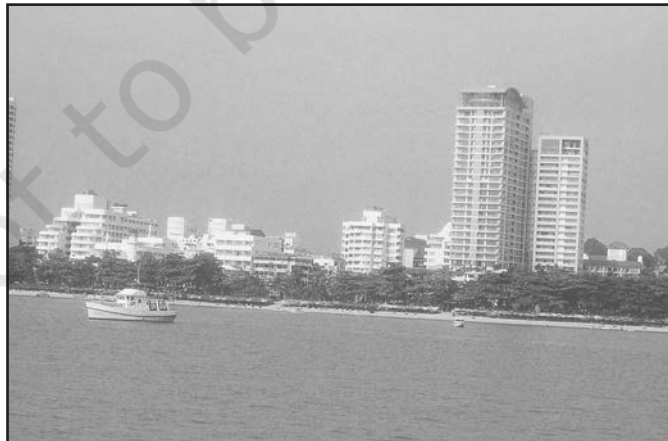
عملی کام 1

اپنے دادا، دادی اور ان کی نسل کے دوسرے لوگوں سے گفتگو کرکے معلوم کیجیے کہ کن باتوں میں خاندانوں یا اسکولوں میں تبدیلیاں آئی ہیں اور کن کن باتوں میں وہ جوں کے توں رہے ہیں۔
پرانی فلموں رٹی، وی رناٹکوں رناولوں میں خاندانوں کو جس انداز سے پیش کیا گیا ہے اس کا موازنہ موجودہ دَور کی تصویر کشی سے کیجیے۔
کیا آپ اپنے خاندان میں سماجی طرزِ عمل کی باقاعدگیوں اور مشکلوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں؟ دوسرے لفظوں میں کیا آپ اپنے خاندان کا ڈھانچہ اور بناوٹ بیان کر سکتے ہیں؟
اپنے اساتذہ سے گفتگو کرکے معلوم کیجیے کہ وہ اسکول کو بطور ایک ڈھانچہ کس طرح سمجھتے ہیں؟ کیا طلبا، اساتذہ اور عملے کے دوسرے لوگ ڈھانچہ کو صحیح سلامت رکھنے یا اس کی تخلیقِ نو کرنے کے مقصد سے مخصوص انداز میں کام کرنا ضروری ہے؟ کیا آپ اپنے اسکول یا خاندان میں کسی تبدیلی کو یاد کر سکتے ہیں؟ کیا ایسی تبدیلیوں کی مخالفت ہوئی تھی؟ اگر ہاں تو کس نے مخالفت کی تھی اور کیوں؟

اس کا موازنہ مادّی ماحول کے ڈھانچوں سے کیا جا سکتا ہے۔

ایک ایسے شخص کے بارے میں سوچیے جو کئی دروازوں والے کمرے میں کھڑا ہے۔ کمرے کی ساخت اس شخص کی ممکنہ حرکتوں اور سرگرمیوں کی وسعت یا حدود کو محدود کر دیتی ہے۔ مثلاً دروازوں اور دیواروں کی جائے وقوع باہر جانے اور اندر آنے کے راستوں کو متعین کرتی ہے۔ درخائم کے مطابق سماجی ڈھانچہ بھی اسی طرح ہماری حرکتوں کو محدود کر دیتا ہے، یعنی بطور فرد ہم جو کچھ کرنا چاہیں اس پر پابندیاں ہوتی ہیں اور اس کی حدیں مقرر کی جاتی ہیں۔ یہ ہمارے لیے ایک خارجی چیز ہے۔ جیسے کمرے کی دیواریں۔

دوسرے سماجی مفکرین جیسے کارل مارکس۔ سماجی ڈھانچے کی بندشوں پر نمایاں زور دیتے ہیں لیکن بیک وقت انسانی تخلیقیت یا اس کی سماجی ڈھانچے کی تشکیلِ نو کا ایک وسیلہ ہونے کی اہلیت پر بھی اصرار کرتے ہیں۔ مارکس کی دلیل تھی کہ انسان تاریخ بناتے ضرور ہیں لیکن اپنی حسب خواہش نہیں اور نہ ہی اپنی پسند کے حالات میں بلکہ تاریخی اور ساختیاتی صورتِ حال جس میں وہ ہیں۔

درسی کتاب سماجیات کا تعارف، گیارھویں جماعت (این سی ای آر ٹی 2006) کے باب 2 میں سماج کی طبقاتی تقسیم کے تصور کو ذہن میں لائیے جہاں یہ کہا گیا ہے کہ: سماجی طبقاتی ترتیب سے مراد ہے سماج میں مختلف گروپوں کے درمیان مادّی یا علامتی صلہ یا انعامات کے معاملے میں ساختہ یعنی باقاعدہ بنائی گئی

اپنے مشہور بیان میں درخائم نے اس نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے:

جب میں بطور ایک بھائی، شوہر یا شہری کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتا ہوں اور اپنے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرتا ہوں تو اس طرح میں اپنی ان ذمہ داریوں کو سرانجام دیتا ہوں جن کا تعین قانون اور رسم رواج میں کیا گیا ہے۔ جو میرے اور میرے افعال سے باہر کی چیزیں ہیں۔ اسی طرح ایک اہلِ ایمان کو اپنی پیدائش کے وقت ہی سے اپنی مذہبی زندگی کے اعتقادات اور رواجوں کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے جو اسے بنے بنائے اور تیار مل جاتے ہیں۔ اگر یہ سب اس کے وجود میں آنے سے پہلے ہی موجود تھے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ اس کی شخصیت سے باہر موجود ہیں۔ اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اشاروں کے جس نظام کا میں استعمال کرتا ہوں، اپنے قرض چکانے کے لیے روپے پیسے کے جس طریقہ کو کام میں لاتا ہوں، کاروباری تعلقات میں ادھار کے جن وسائل یا آلۂ کار سے استفادہ کرتا ہوں، اپنے پیشے میں جن طور طریقوں کو بروئے کار لاتا ہوں، وغیرہ وغیرہ سب اس استعمال سے آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ جو استعمال میں ان کا کرتا ہوں، بدلے کے طور پر سماج کے ہر فرد کو نظر میں رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل رائے زنی ان میں سے ہر ایک لیے کی جاسکتی ہے۔

ماخذ: ایمائل درخائم؛ *"The Division of Labour in Society pp. 50-1, Durkheim Emile A Free Press" paperback, 1933 the Mach Millan Company, New York)*

عملی کام 2

ایسی مثالوں کے بارے میں سوچیے جو اس بات کو آشکارا کریں کہ انسان کس طرح سماجی ڈھانچہ کا پابند اور مجبور ہے۔ ایسی مثالوں پر بھی غور کیجیے کہ افراد کیوں کر سماجی ڈھانچے کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اور اسے بدل دیتے ہیں۔ پچھلی کتاب میں سماجی میل جول پر ہماری گفتگو کو یاد کیجیے (صفحات 79-78)۔

عدم مساوات کا موجود ہونا۔ جب کہ ہر سماج میں کسی نہ کسی طرز کی سماجی طبقاتی تقسیم موجود ہوتی ہے۔ جدید معاشروں میں اکثر و بیشتر دولت اور اقتدار کے وسیع اختلافات نظر آتے ہیں۔ حالانکہ آج کے سماج میں طبقاتی ترتیب کی سب سے زیادہ نمایاں شکلیں درجاتی تقسیم ہیں۔ لیکن نسل اور ذات پات، یا علاقہ اور فرقہ، قبیلہ اور جنس کی بنیادوں پر سماجی تفریق بھی جاری ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ سماجی ڈھانچے سے مراد سماجی برتاؤ اور طرزِ عمل کی ایک خاص نمونے پر تشکیل، اسی طرح وسیع تر سماجی ڈھانچہ کے ایک حصے کے طور پر سماجی طبقاتی نظام کی خصوصیت عدم مساوات کا ایک خاص انداز ہے۔ عدم مساوات کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے سماج کے افراد کے درمیان بلا سوچے سمجھے یوں ہی تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق باقاعدہ اور منظّم طور پر مختلف قسم کے سماجی گروہوں کی رکنیت سے ہوتا ہے۔ ایک مخصوص گروپ کے لوگوں کی خصوصیات مشترک یعنی یکساں ہوں گی۔ اگر ان کی حیثیت اعلیٰ تر ہے تو وہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ ان کی یہ حیثیت ان کی اولاد کو بھی حاصل ہو۔ طبقاتی تفریق و ترتیب کے تصوّر سے مراد یہ خیال ہے کہ سماج غیر مساوی گروپوں کی ایک

خاص شکل کے ڈھانچے میں منقسم ہے۔ عام طور پر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ مخصوص سماجی ڈھانچہ آنے والی تمام نسلوں میں بھی قائم رہے گا (جے رام 1987 : 22)

ایسے مختلف فوائد کے درمیان امتیاز کرنا ضروری ہے جنہیں غیر مساوی طور پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے فوائد کی تین بنیادی شکلیں ہیں جو مراعتی گروپوں کو حاصل ہو سکتے ہیں :

(a) **زندگی کے مواقع** : وہ تمام مادی فوائد جو ان کے ملنے والے کی زندگی کے معیار اور کوالٹی کو بہتر بنا سکیں۔ اس میں صرف دولت اور آمدنی کے فائدے شامل نہیں ہیں بلکہ ایسے فوائد بھی جیسے صحت، ملازمت کا تحفظ اور آرام و تفریح۔

(b) **سماجی مرتبہ** : سماج کے دوسرے اراکین کی نگاہ میں عزت و وقار۔

(c) **سیاسی اثر و رسوخ** : ایک گروہ کی دوسروں پر غالب آنے کی اہلیت یا فیصلہ سازی کے معاملے میں غلبہ یا فیصلوں سے فائدہ اٹھانا۔

تینوں سماجی عوامل کے ضمن میں درج ذیل گفتگو بار بار اس طریقے کی طرف توجہ مبذول کرائے گی جس سے سماج کی طبقاتی ترتیب جیسے جنس اور درجہ کی مختلف بنیادیں سماجی عوامل کو محدود کرتی ہیں اور ان میں رخنہ پیدا کرتی ہیں۔ جو مواقع اور وسائل افراد اور گروپوں کو مسابقت کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کرنے یا باہمی ٹکراؤ کا راستہ اختیار کرنے کے لیے دستیاب ہوتے ہیں۔ ان کی تشکیل سماجی ڈھانچے اور سماجی طبقاتی نظام سے ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ سماج میں موجود طبقاتی نظام کے ڈھانچے میں تبدیلیاں لانے کے لیے لوگ ضرور کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔

> **عملی کام 3**
>
> روزمرہ کی زندگی میں باہمی امداد (مل جل کر کام کرنا)، مقابلہ یا مسابقت اور آپسی ٹکراؤ کی کچھ مثالوں کے بارے میں سوچیے۔

سماجیات میں معاشرتی عوامل کو سمجھنے کے دو طریقے
(Two ways of Understanding Social Processes in Sociology)

پچھلی کتاب سماجیات کا تعارف، گیارھویں جماعت میں آپ عام سمجھ بوجھ پر مبنی علم کی حدود اور خامیاں دیکھ چکے ہیں۔ مشکل یہ نہیں ہے کہ عام سمجھ بوجھ کا علم لازمی طور پر غلط ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ اس کی جانچ نہیں ہوتی اور اسے صحیح سمجھ کر جوں کا توں تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس سماجیاتی نقطۂ نظر ہر چیز پر سوال اٹھاتا ہے۔ کسی بھی چیز کو یوں ہی قبول نہیں کرتا۔ لہٰذا کسی ایسی وضاحت سے مطمئن نہیں ہوگا جس میں یہ کہا گیا ہو کہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت یا مقابلہ یا ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اس لیے کام کرتے ہیں کیوں کہ ایسا کرنا انسانی فطرت ہے۔ ایسی توضیحات کے پسِ پشت یہ مفروضہ ہے کہ انسانی فطرت میں کوئی ایسی قدرتی یا پیدائشی اور آفاقی چیز موجود ہے جس کی وجہ سے یہ عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں سماجیات کا علم نہ تو نفسیاتی اور نہ ہی قدرتی توضیحات سے مطمئن ہوتا ہے (پچھلی کتاب سماجیات کا تعارف کے صفحات 8 - 7 دیکھیں)۔ سماجیات امداد باہمی، مسابقت اور ٹکراؤ کے

مختلف معاشرتی عوامل

عوامل کی تشریح سماج کے اصلی ڈھانچے کے معنوں میں کرتی ہے۔

سماجیات کا تعارف میں ہم نے اس پر گفتگو کی کہ سماج میں کس طرح اختلافاتِ اجتماعی اور مفاہمتیں پائی جاتی ہیں (صفحات 25-24 اور 36)۔ ہم نے دیکھا کہ تفاعلی اور تصادمی نظریات مختلف سماجی اداروں اور روایات کو سمجھنے میں ایک دوسرے سے الگ خیالات رکھتے ہیں۔ خواہ یہ خاندان ہو، معیشت ہو یا سماجی طبقاتی ترتیب یا سماجی کنٹرول۔ لہٰذا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یہ دونوں نظریات ان عوامل کو کچھ مختلف انداز میں سمجھتے ہیں۔ کارل مارکس (عموماً ٹکراؤ کے نظریہ سے وابستہ سمجھے جانے والے) اور ایمل ڈرکھیم (عام طور پر تفاعلی نظریہ سے وابستہ سمجھا جاتا ہے)۔ دونوں کا خیال ہے کہ انسانوں کو اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے اور از سرِ نو تخلیق کا کام کرنے کے لیے باہمی امداد کرنا لازم ہے۔

ٹکراؤ یا کشاکش کا نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ باہمی تعاون کی یہ شکلیں تاریخ کے ایک سماج سے دوسرے سماج میں کس طرح تبدیل ہوئیں۔ مثال کے طور پر یہ نظریہ اس بات کو مانتا ہے کہ سیدھے سادھے معاشرے میں جہاں کوئی فاضل پیداوار نہیں ہوتی تھی، باہمی تعاون اپنے افرادی گروہوں کے درمیان تھا، جو درجہ، ذات یا نسل کی بنیادوں پر منقسم نہیں تھے۔ لیکن جن معاشروں میں فاضل پیداوار کی جاتی ہے، خواہ وہ جاگیردارانہ معاشرہ ہو یا سرمایہ دارانہ، غالب طبقہ فاضل پیداوار کو ہڑپ لیتا ہے۔ اس طرح باہمی تعاون میں شدید ٹکراؤ اور مسابقت پیدا ہوجاتی ہیں۔

ٹکراؤ کا نقطۂ نظر اس بات کو زور دے کر پیش کرتا ہے کہ گروپ اور افراد کا مقام پیداواری تعلقات کے نظام میں غیر مساوی ہے اور تفریق پر مبنی ہے۔ اس طرح کارخانے کا مالک اور مزدور روزمرہ کے کام میں باہمی تعاون تو ضرور کرتے ہیں لیکن مفادات کا ایک خاص ٹکراؤ ان کے تعلقات کی حدود کی وضاحت کرتا ہے۔

تصادم کا نقطۂ نظر جس فہم پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ ذات پات، اونچ نیچ یا سرداری نظام کی بنیاد پر جو معاشرے منقسم ہیں، ان میں لوگوں کے کچھ گروپ محروم ومجبور ہیں۔ ان کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حاوی اور غالب گروپ عدم مساوات کے اس نظام کو بہت سے ثقافتی اقدار کے ذریعے برقرار اور جاری رکھتے ہیں۔ اکثر وبیشتر جبر یہاں تک کہ تشدد کا استعمال بھی کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ جیسا کہ آپ اگلے، کچھ پیراگرافوں میں دیکھیں گے۔ ایسا نہیں کہ تفاعلی نقطۂ نظر ایسی اقدار یا پابندیوں کے یہ ان کے دائرہ کار کو بحیثیت پورے سماج کے لیے سمجھتا ہے، نہ کہ ان غالب اور حاوی گروہوں کے طور پر جن کا سماج پر قبضہ ہے۔

تفاعلی نقطۂ نظر کا مقصد خاص طور پر سماج کی نظامی ضروریات سے ہے۔ چند عملی احکامات، عملی طور پر مطلوبہ چیزیں اور مطلوبہ ولازمی شرائط ان سب سے مراد وہ وسیع ترین شرائط ہیں جو کسی نظام کے لیے درکار ہوتی ہیں (لہٰذا جو اس کو زندہ رکھتی ہیں اور اس کی بربادی کو روکتی ہیں) جیسے :

(i) نئے اراکین کے ساتھ میل جول

(ii) رابطہ کا ایک مشترکہ نظام

(iii) افراد کو کردار تفویض کرنے کے طریقے

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ تفاعلی نقطۂ نظر یا نظریہ کی بنیاد اس مفروضہ پر قائم ہے کہ سماج کے مختلف اعضا یا حصوں کو پورے سماج کے چلنے اور اس کی برقراری کے لیے ایک کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس زاویۂ نظر سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ

> بابُل مورا ، نَیھّر چھوٗٹو ھی جائے
>
> بابل کی دعائیں لیتی جا
>
> جاتجھ کو سکھی سنسار ملے
>
> میکے کی کبھی نہ یاد آئے
>
> سسرال میں اتنا پیار ملے

برقراری اور اس کے جاری رہنے پر مرکوز ہوتی ہے۔ اس لیے ٹکراؤ اور مقابلہ بازی اس نظر سے دیکھی جاتی ہے کہ اکثر صورتوں میں ان کا کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آتا ہے۔ یہ چیزیں یعنی کشاکش اور مسابقت مختلف طریقوں سے سماج کے لیے مددگار بھی ثابت ہوسکتی ہیں۔

سماجیاتی مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سماجی اقدار اور میل جول کے طریقے اور انداز بسا اوقات اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ایک خاص سماجی نظام قائم رہے باوجود یہ کہ اس کا جھکاؤ سماج کے ایک حصے کے مفادات کی طرف ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں باہمی تعاون، مسابقت اور کشاکش کے مابین رشتہ اکثر پیچیدہ ہوتا ہے اور اسے آسانی سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

یہ سمجھنے کے لیے باہمی تعاون ٹکراؤ کی صورت کس طرح اختیار کر سکتا ہے۔ زبردستی تھوپے ہوئے اور رضا کارانہ باہمی

> **عملی کام 4**
>
> بحث کیجیے کہ آیا خواتین متعدد اقداری مجبوریوں کی بنا پر تعاون کر رہی ہیں یا کشاکش اور مقابلہ میں الجھنے سے انکار کر رہی ہیں۔ کیا وہ مردوں کے حقِّ وراثت کے مروجہ معیار کے سلسلے میں اس لیے تعاون کر رہی ہیں۔
>
> اگر وہ ایسا نہ کریں تو اپنے بھائیوں کی شفقت سے محروم ہوسکتی ہیں؟ اوپر کے بکس میں دیا ہوا گیت ایک مخصوص علاقے کا گیت ہے لیکن یہ عورتوں کے پیدائشی خاندان کو چھوڑ دینے کے ڈر کو جگاتا ہے کیونکہ ہمارا سماج پدرانہ ہے۔

باہمی اشتراک و تعاون، مسابقت یا مقابلہ اور ٹکراؤ یا کشاکش تمام معاشروں کی آفاقی یعنی مشترک خصوصیات ہیں۔ یہ سماج میں انسانوں کے درمیان ناگزیر باہمی تعلقات اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوششوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ چونکہ توجہ نظام کی

تعاون کے فرق کو جاننے کے لیے ہم ایک بہت ہی متنازعہ مسئلہ یعنی عورتوں کے اپنے پیدائشی خاندان میں جائداد کے حق کی جانب نظر ڈالتے ہیں۔ سماج کے مختلف حصوں میں یہ جاننے کے لیے ایک مطالعہ کیا گیا کہ والدین کی اِملاک کے بارے میں کیا

رویہ ہے۔ (کتاب ''سماجیات کا تعارف''، کے صفحات 41 تا 46 دیکھیں) عورتوں کی ایک اچھی خاصی تعداد (41.7 فی صد) پیدائشی خاندان کے لیے عملی طور پر اس کی خوشحالی میں ہاتھ بٹایا جا سکے اور بحران کے وقت وہاں موجود رہا جا سکے۔

دلہن ڈولی میں دولہے کے گھر جاتی ہوئی

نے ایک موضوع کو ابھارا۔ جس کا مرکزی خیال بیٹی کی محبت اور بیٹی سے محبت تھا۔ یہ خیال تب ابھر کر سامنے آیا جب وہ عورتیں جائداد میں اپنے حقوق کی بات کر رہی تھیں، لیکن ان کا زور شفقت سے زیادہ خوف پر تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ خاندانی جائداد پر پورا یا کسی حصے پر دعویٰ نہیں کریں گی کیونکہ اس سے بھائیوں کے ساتھ ان کے تعلقات خراب ہو جائیں گے یا ان کے بھائیوں کی بیویاں ان سے نفرت کرنے لگیں گی، اس کے نتیجے میں انہیں اپنے پیدائشی خاندان میں کبھی خوش آمدید نہیں کہا جائے گا۔ خواتین کے املاک کے حق کو دینے سے انکار کرنے کی وجہ یہی رہی ہے۔ جو عورت اپنا حصہ مانگے تو وہ ''خود غرض'' یا ''حق لینے والی'' مانی جاتی ہے۔ ان احساسات اور بظاہر اس کے برعکس احساسات، جن کی بنا پر آبائی خاندان میں حصہ بنے رہنے کی خواہش عورتوں میں موجود ہے، دونوں کے درمیان ایک قریبی تعلق بھی تھا تا کہ

عملی کام 2 آپ کو یہ سمجھنے میں مدد دے گی بظاہر تعاون کے طرزِ عمل کو کس طرح سماج کی گہری کشاکش کی پیداوار کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب اس طرح کے تنازعات اور کشاکش کو کھل کر ظاہر نہیں کیا جاتا ہے یا انہیں للکارا نہیں جاتا تو یہ تأثر پیدا ہوتا ہے کہ سماج میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، صرف باہمی تعاون ہے۔ ایک عملی نقطۂ نظرا کثر ''نباہ'' کی اِصطلاح ایسی صورتِ حال کی وضاحت کے لیے استعمال کرتا ہے جیسی کہ اوپر بیان کی گئی ہے۔ یعنی جس میں عورتیں اپنے پیدائشی خاندان میں

> **عملی کام 5**
>
> کچھ دوسری قوموں کے سماجی طرزِ عمل یا برتاؤ کے بارے میں سوچیے جو بظاہر تعاون پر مبنی دکھائی دے لیکن سماج زیادہ گہرے ٹکراؤ کو چھپائے۔

جائیداد کے حقوق کا دعویٰ نہیں کرتیں۔ باوجود ٹکراؤ کے یہ سمجھوتہ اور بقائے باہمی کی ایک کوشش ہے۔

تعاون اور تقسیمِ کار (COOPERATION AND DIVISION OF LABOUR)

باہمی تعاون کا تصّور انسانی برتاؤ کے بارے میں کچھ مفروضوں پر مبنی ہے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ انسانی تعاون کے بغیر زندگی کی بقا مشکل ہے۔ مزید برآں یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ ہمیں حیوانات کی دنیا میں بھی تعاون نظر آتا ہے — خواہ وہ چیونٹیاں ہوں یا شہد کی مکھیاں یا دودھ پلانے والے جانور۔ حیوانات سے مقابلہ کرتے ہمیں بہر حال احتیاط برتنی چاہیے۔ اس نکتہ کی وضاحت اور مثال کے لیے ہم علم سماجیات میں دو مختلف نظریاتی روایات کو دیکھیں گے جو ایمل ڈرکھیم اور کارل مارکس نے پیش کی ہیں۔

سماجیات بیشتر طور پر اس مفروضے سے اتفاق نہیں کرتی کہ فطرتِ انسانی لازمی طور پر وحشیانہ بدخو یا گندگی ہے۔ درخائم دلیل اس خیال کی مخالفت ہے کہ دور قدیم کے انسان جن کی بھوک اور پیاس، جو کبھی تسلی بخش طور پر پورے نہیں ہوتے، وہی اور صرف وہی ان کی خواہشات ہیں۔ اس کی دلیل ہے کہ اس کے بجائے لوگ اخلاقی زندگی کی ان دیکھی کرتے ہیں۔ یعنی وہ اثر جو سماج اپنے لوگوں پر ڈالتا ہے اور موجود اور منتخب کرنے کی جدوجہد کے وحشیانہ کاموں کے اثر کو زائل کرتا ہے۔ جہاں کہیں سماج ہیں وہاں ایثار پسندی اور ہمدردی بھی ہوتی ہے، کیونکہ یک جہتی اور اتحاد ہوتا ہے۔ ہم انسانیت کی ابتدا سے ہی ہمدردی اور قربانی کا جذبہ پاتے ہیں بلکہ کبھی کبھی یہ بے اعتدالی کی حد تک بھی نظر آتا ہے۔ (ڈرکھیم 1933)

ڈرکھیم کی نظر میں یک جہتی، جو سماج کی اخلاقی قوّت ہے، سماج کی کچھ ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ تقسیمِ کار قدرت کا ایک قانون ہے اور انسانی کردار کا ایک اخلاقی اصول بھی۔

ڈرکھیم نے مشینی اور جسمانی یک جہتی میں امتیاز کیا جو صنعتی انقلاب سے قبل اور اس کے بعد کے پیچیدہ صنعتی سماجوں کی خصوصیت تھی۔ سماج میں یہ دونوں باہمی اشتراک و تعاون کی شکلیں ہیں۔

میکانکی یا جسمانی یک جہتی ایک دوسرے کے قریب آنے کی ایک شکل ہے جو بنیادی طور سے یکسانیت پر موقوف ہوتی ہے۔ ایسے معاشرے کے زیادہ تر لوگوں کی زندگیاں بہت ملتی جلتی ہوتی ہیں جن میں تخصیص اور تقسیم کار بہت ہی کم ہوتی ہے، وہ بھی عمر اور جنس سے وابستہ ہوتی ہے۔ مشترکہ اعتقادات اور جذبات اور مشترک ضمیر اور شعور کی بنیاد پر خود ایک دوسرے کے ساتھ بندھے اور جڑے ہوتے ہیں۔ جسمانی یک جہتی سماج کے باہمی میل ملاپ کی وہ شکل ہے جو تقسیمِ کار پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ سماج کے اراکین کے ایک دوسرے پر انحصار کی شکل میں نکلتا ہے، جوں جوں لوگ زیادہ مخصوص طور پر اپنے کاموں میں ماہر ہوتے جاتے ہیں ان کا ایک دوسرے پر انحصار بھی بڑھتا ہے۔ ایک کنبہ جو گزر بسر کی کھیتی باڑی میں لگا ہوتا ہے

ایسے دوسرے کاشتکاروں کی مدد کے بغیر بھی جی سکتا ہے لیکن کسی کپڑے یا کاریں تیار کرنے والے کارخانے میں تخصیص کار مزدور دوسرے بہت طرح کے تخصیصِ کاروں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، جو ان کی بنیادی ضرورتیں فراہم کرتے ہیں۔

کارل مارکس بھی انسانی زندگی اور حیوانات کی زندگی میں امتیاز کرتا ہے۔ جب کہ ڈرکھیم نے باہمی ہمدردی اور یک جہتی پر زور دیا اور کہا کہ یہ انسانی دنیا کا طرّۂ امتیاز ہے کہ مارکس نے بیداری پر زور دیا۔ وہ لکھتا ہے :

''انسان کو بیداری، مذہب وغیرہ جانوروں سے ممتاز کر سکتے ہیں۔ جوں ہی وہ اپنی گزر بسر کے ذرائع پیدا کرنے کی ابتدا کرنے لگتے ہیں۔ انسان خود کو حیوانات سے ممتاز کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ایسا قدم ہے ان کی طبعی تنظیم سے متأثر ہوتا ہے۔ اپنی گزر بسر کے ذرائع پیدا کر کے لوگ بالواسطہ طور پر اپنی مادّی زندگی پیدا کر رہے ہیں۔'' (مارکس 1872:37)

مارکس کے اوپر دیے ہوئے الفاظ ممکن ہے دیکھنے میں مشکل نظر آئیں لیکن یہ ہمیں اس بات کو سمجھنے میں مدد دیں گے کہ انسانی زندگی کا باہمی تعاون حیوانات کے باہمی تعاون سے کیوں کر مختلف ہے۔ اس لیے کہ تعاون کے لیے نہ صرف خود کو حالات کے مطابق ڈھالنے اور ایک دوسرے کے لیے گنجائش پیدا کرتے ہیں بلکہ اس عمل کے دوران سماج کو تبدیل کرنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر برسہا برس سے مرد اور عورتیں خود کو قدرتی مجبوریوں کے مطابق بناتے آئے ہیں۔

ٹکنالوجی کی مختلف اختراعات نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف انسانی زندگی کو تبدیل کر کے رکھ دیا بلکہ کچھ معنوں میں خود قدرت کو بھی بدل دیا۔ باہمی اشتراک اور تعاون کے ذریعے انسان غیر محرکانہ طور پر خود کو نہیں ڈھال لیتے بلکہ جس سماجی یا قدرتی دنیا کے ساتھ مطابقت پیدا کرتے ہیں اس کو بدلنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ پچھلی کتاب میں ثقافت سے متعلق باب میں ہم نے اس موضوع پر بات چیت کی تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریزی زبان کے ساتھ کس طرح مطابقت پیدا کی تھی، کس طرح اس کو جگہ دی تھی، کیوں کر تعاون کیا تھا؟ جب کہ برطانوی نوآبادیاتی نظام سے ان کو کوئی اچھا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس عمل کے درمیان انگلش، کس طرح ایک زندہ سماجی وجود بنی (صفحہ 72)۔

جب کہ ڈرکھیم اپنے عملی نقطۂ نظر سے اور مارکس کے ٹکراؤ کے نظریئے سے دونوں ہی تعاون باہمی پر زور دیتا ہے۔ پھر بھی ان کے درمیان اختلاف ہے۔ مارکس کی نظر میں تعاون ایسے معاشرے میں رضا کارانہ نہیں ہوتا جہاں طبقات موجود ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ''سماجی قوّت یعنی متنوّع پیدا کار قوت جو مختلف افراد کے تعاون سے ابھرتی ہے کیونکہ یہ تقسیم کار کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ ان کے رضا کارانہ تعاون کی وجہ سے نہیں بلکہ قدرتی طور پر آتی ہے۔ ان افراد کو اپنی متّحدہ قوّت کی طرح نہیں بلکہ ایک غیر قوت کی طرح نظر آتی ہے جو ان سے باہر موجود ہے۔ (مارکس 1872:53)

مارکس نے بیگانہ پن کی اصطلاح مزدوروں کی محنت کے ٹھوس مقدار اور محنت کی پیداوار پر سے اختیار کے گنوا دینے کے لیے استعمال کی۔ دوسرے الفاظ میں وہ اپنے کام کو کرنے کے ڈھنگ کا اختیار گنوا دیتے ہیں۔ اپنی محنت کے پھل پر بھی کوئی حق حاصل نہیں ہوتا ایک لوہار، بنکر یا کمہار کے احساسِ تکمیل وتخلیق کا موازنہ ایک کارخانے کے مزدور سے کیجیے، جس کا کام پورے دن محض ایک بٹن کو دبانا یا کسی لیور کو کھینچنا ہوتا ہے۔ ایسی صورت حال میں تعاون ایک تھوپا ہوا اور زبردستی کا تعاون ہے۔

مقابلہ ایک تصوّر اور ایک عمل کے طور پر
(Competition as an Idea and Practice)

جیسا کہ تعاون کا معاملہ ہے مقابلہ کے تصور پر بحث ومباحثہ بھی اکثر اس خیال سے شروع ہوتا ہے کہ یہ آفاقی اور فطری ہوتا ہے لیکن ہم اپنی پچھلی گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں جس میں کہا گیا تھا کہ سماجیاتی توضیح کس طرح مطالعہ کی وضاحت سے مختلف ہوتی ہے، مقابلہ کو ایک سماجی وجود کے طور پر سمجھنا ضروری ہوگا جو تاریخ کے ایک خاص مقام پر ابھر کر سامنے آتا ہے اور سماج پر حاوی ہو جاتا ہے۔ دَورِ حاضر میں یہ خیال غالب ہے اور اکثر ہمارے لیے یہ سوچنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کوئی ایسا سماج بھی ہوسکتا ہے جہاں مقابلہ ایک رہنمائی قوت نہیں ہے۔

اسکول کی ایک استانی کا واقعہ جس نے افریقہ کے دور دراز حصے میں بچوں کے ساتھ اپنے تجربے کو بیان کیا ہے اس طرف توجہ مبذول کراتا ہے کہ مقابلہ کی تشریح سماجیاتی طور پر کی جانی چاہیے نہ کہ ایک قدرتی مظہر کے طور پر۔ یہ واقعہ استانی کے اس مفروضے کا ذکر کرتا ہے کہ بچے مقابلے کی دوڑ کے خیال سے قدرتی طور پر بہت لطف اندوز ہوں گے جس میں جیتنے والے کو انعام میں چاکلیٹ دیا جائے گا۔ اسے بڑی حیرت ہوئی جب اس کی تجویز پر کسی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا گیا بلکہ ایسا لگا کہ اس سے کافی تشویش پیدا ہوئی ہے اور لوگوں کو تکلیف پہنچی ہے۔ مزید کھوج لگانے پر پتہ چلا کہ لوگوں نے ایسے کھیل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس میں جیتنے والے اور ہارنے والے ہوں گے۔ انہوں نے ان کے کھیل کود کی مخالفت کی۔ چوں کہ ان کی نظر میں کھیل باہمی تعاون اور اجتماعی تجربہ ہے، نہ کہ ایسا مقابلہ کہ جس میں کچھ کو باہر کر دیا جائے گا اور کچھ انعام پائیں گے۔

تاہم دَورِ حاضر میں مقابلہ ایک غالب قدر اور رواج بن گیا ہے۔ سماجیات کے کلاسیکی مفکرین جیسے ایمائل درخائم اور کارل مارکس نے علی الترتیب معاشروں میں انفرادیت اور مقابلہ پر نظر ڈالی ہے۔ دونوں ہی باتیں جدید سرمایہ دار معاشروں کے کام کرنے کے طریقوں کے لیے فطری ہیں۔ بہتر کارکردگی اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے پر ہے۔

سرمایہ داری نظام کے مفروضے مندرجہ ذیل ہیں۔

- تجارت کی توسیع
- تقسیمِ کار
- تخصص اور
- بڑھتی پیداواریت

بالذات پائدار نشو ونما کے عملوں (Processes) کو

سرمایہ دارانہ مرکزی خیال سے تقویت ملتی ہے: بازار کے کھلے مقابلے میں شامل ذی عقل افراد جن میں سے ہر ایک زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف کار رہے۔

مقابلہ کا نظریہ سرمایہ داری کا سب سے اہم نظریہ ہے۔ اس نظریے کے پیچھے جو منطق کام کرتی ہے وہ یہ ہے کہ بازار اس طریقے سے کام کرتا ہے جس نے زیادہ سے زیادہ کارگزاری یقینی ہو سکے۔ مثال کے طور پر مقابلہ کا جذبہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ نسبتاً زیادہ نمبر حاصل یا تعلیم میں بہترین طلباء کو باوقار اور بہترین کالجوں میں داخلہ مل سکے اور پھر ان کو بہترین ملازمت مل سکے۔

عملی کام 6

حال میں ہندوستان میں حکومت کے اس فیصلے پر زبردست بحث چھڑی ہے کہ دیگر پس ماندہ طبقات (OBC) کے لیے 27 فی صدی ریزرویشن دیا جائے۔ یعنی اتنی نشستیں ان کے لیے یقینی طور پر محفوظ ہوں۔ رسالوں، اخباروں اور ٹی وی پر اس تجویز کی موافقت یا مخالفت میں مختلف دلائل اکٹھا کیجیے۔

اسکول چھوڑ نے والے طلبا کی شرح کی معلومات جمع کیجیے۔ خاص طور پر ابتدائی مدرسوں کے بارے میں (پچھلی کتاب کے 57-59 دیکھیں)

یہ مان کر کہ اسکول چھوڑنے والے بچوں میں زیادہ نچلے طبقے کے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے زیادہ تر اداروں پر اعلیٰ ذات کے طلبا کا غلبہ ہے۔ آپ تعاون، مقابلہ اور ٹکراؤ کے تصورات پر مندرجہ بالا سیاق وسباق میں گفتگو کیجیے۔

ہر معاملہ میں ''بہترین'' سے مراد اس چیز سے ہوتی ہے جو بڑے سے بڑے مادّی صلہ کو یقینی بنا دے۔

دوسری فطری تشریحات کی طرح اس نقطۂ نظر کو کہ انسان فطری طور پر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتےہیں، تنقیدی نقطۂ نگاہ سے سمجھنے کی ضرورت ہے (پچھلی کتاب کا صفحہ 8 دیکھیے)۔ بطور قابل قبول قدر کے مقابلہ سرمایہ داری کی آمد پر پھلا پھولا۔ نیچے دیئے ہوئے باکس میں دیئے ہوئے اقتباسات کو پڑھیے اور ان پر گفتگو کیجیے۔

> غیر قدامت پسند اور آزاد خیال مفکرین جیسے جے۔ ایس۔ مل نے محسوس کیا کہ عام طور پر مقابلہ کے اثرات ضرر رساں ہوتے ہیں۔ تاہم اس کا خیال تھا کہ اگر چہ آج کے زمانے میں سب کی سب کے خلاف لڑائی ہے لیکن بیک وقت یہ سب کے لیے لڑائی ہے۔ یہ اس معنی میں کہ معاشی مقابلہ کا مقصد کم سے کم لاگت پر زیادہ سے زیادہ پیداوار کرنا ہے مزید برآں، سماج کی وسعت اور انفرادیت، مختلف طرح کے مفادات، جو اس کے تمام لوگوں کو یکجا اور متحد رکھتے ہیں اسی صورت میں زندہ رہتے ہیں جب مقابلہ کی جدوجہد کی ضرورتیں اور اس کی فوری اہمیت فرد پر ان کے لیے مجبور کر دیتے ہیں۔

ہو سکتا ہے انیسویں صدی کے سرمایہ دارانہ نظام کی پوری آزاد معیشت اور باہمی مقابلہ معاشی فروغ کے لیے اہم رہے ہوں۔ امریکی معیشت کی غیر معمولی تیز رفتار ترقی ممکن ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مقابلہ کے زیادہ امکانات کی وجہ

سے ہوئی ہو لیکن پھر بھی ہم مقابلہ کی حد یا مقابلہ کے جذبے کی شدت اور مختلف معاشروں میں معاشی فروغ کی رفتار کے درمیان کسی باہمی تعلق کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ دوسری طرف یہ فرض کرنے کی وجوہات موجود ہیں کہ مقابلہ میں کچھ اثرات ناخوشگوار ہوتے ہیں۔(بوٹومور 174-5:1975)

عملی کام 7

اس موضوع پر ایک مباحثہ کا اہتمام کیجیے جس میں اس بات کی موافقت یا مخالفت پر بحث ہو کہ مقابلہ سماج کے لیے ایک اچھی چیز ہے اور ترقی کے لیے اشد ضروری ہے۔ اسکول کے تجربات کی بنیاد پر ایک مضمون لکھیے جس کا موضوع ہو کہ مقابلہ کس طرح مختلف طلبا پر اثر انداز ہوتا ہے۔

یہ نظریہ فرض کر کے چلتا ہے کہ افراد برابری کی بنیاد پر مقابلہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ تمام افراد تعلیم، ملازمت یا وسائل کے لیے مقابلہ کرنے میں برابری کی حیثیت میں ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ عدم مساوات سماجی طبقاتی تفریق پر گفتگو کے دوران کہا گیا ہے کہ افراد کا سماج میں مقام ایک نہیں ہوتا۔ اگر ہندوستان میں بچوں کی زیادہ تر تعداد اسکول نہیں جاتی یا وقت سے پہلے ہی اسکول چھوڑ دیتی ہے تو وہ مقابلے سے بالکل ہی باہر رہتے ہیں۔

عملی کام 8

ایسے مختلف موقعوں کی شناخت کیجیے جب ہمارے سماج میں افراد کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسکول میں داخلے سے شروع کیجیے اور زندگی کے مختلف مرحلوں تک جائیے۔

ٹکراؤ اور باہمی تعاون (Conflict and Cooperation)

ٹکراؤ کی اصطلاح سے مراد ہے مفادات کا تصادم۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ ٹکراؤ کا نظریہ ماننے والوں کا خیال ہے کہ سماج میں وسائل کی قلت کس طرح ٹکراؤ پیدا کرتی ہے کیونکہ لوگ ان وسائل پر اختیار حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ ٹکراؤ کی مختلف بنیادیں ہیں۔ ٹکراؤ طبقہ یا ذات کی بنا پر ہو سکتا ہے، قبیلہ یا جنس (مرد، عورت) کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا نسلی یا مذہبی بنیادوں پر۔ نوجوان طالبِ علم کے ناتے آپ سماج میں موجود ٹکراؤ کی وسعت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ تاہم مختلف قسم کے ٹکراؤ کا پیمانہ اور ہیئت مختلف ہوتی ہے۔

عملی کام 9

آج دنیا میں موجود مختلف قسم کے ٹکراؤ پر غور کیجیے۔ سب سے بڑے پیمانے پر قوموں اور قوموں کے گٹھوں کے مابین ٹکراؤ موجود ہیں۔ قوموں کے اندر بھی ٹکراؤ پائے جاتے ہیں۔ ان سب کی ایک فہرست بنائیے اور پھر اس بات پر گفتگو کیجیے کہ وہ کن طریقوں سے مختلف ہیں اور کن طریقوں سے ایک دوسرے کے مشابہہ۔

ایک عام فہم نظریہ جس کو بہت سے لوگ مانتے ہیں یہ ہے کہ سماج میں ٹکراؤ ایک نئی چیز ہے۔ ماہرین سماجیات نے اس جانب توجہ مبذول کی ہے کہ ترقی کے مختلف مراحل پر ٹکراؤ اپنی شکل اور فطرت بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن کسی بھی سماج کا ہمیشہ ایک حصہ رہے ہیں۔ سماجی تبدیلیاں اور ناموافق حالات اور امتیازی سلوک

کے شکار لوگوں کا جمہوری حقوق پر اصرار اور کُھل کر بولنا، ٹکراؤ کو کھل کر سامنے لاتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ٹکراو کے اسباب پہلے موجود نہیں تھے۔ باکس میں دیا گیا اقتباس اس بات کو زور دے کر بیان کرتا ہے۔

> آج ترقی پذیر ممالک نئے اور پرانے کے درمیان ٹکراؤ کے اکھاڑے بن گیے ہیں۔ پرانا نظام نئی قوتوں کا سامنا زیادہ عرصہ تک نہیں کر سکتا اور نہ وہ نئی حاجتوں اور لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے قابل ہے لیکن موت کے قریب بھی نہیں ہے۔ درحقیقت پرانا نظام ابھی بالکل زندہ ہے۔ ٹکراؤ سے ایک نامناسب بحث ومباحثہ، نااتفاقی، الجھن، کبھی کبھی کشت وخون بھی واقع ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ایک ماہرِ سماجیات کے لیے گزرے ہوئے خوبصورت لمحات کی طرف دیکھنا پرکشش بن جاتا ہے۔ وہ ان کی یادیں دل میں لیے رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ایک لمحہ کے لیے سوچے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ پرانا نظام ٹکراؤ اور کشاکش سے آزاد نہ تھا۔ اس کی وجہ سے آبادی کے بڑے حصوں پر غیر انسانی مظالم ہوئے۔ ایک نظریاتی زاویۂ نگاہ جس کے مطابق ٹکراؤ بے اعتدال یا معمول کے خلاف ہے یا جو سائنس کے نام پر توازن ایک مخصوص قدر کے ساتھ عطا کرتا ہے، ترقی پذیر معاشروں کے مطالعہ کی راہ میں ایک رکاوٹ بن سکتا ہے۔ (سری نواس 1972: 60-159)
>
> *"Social change in Modern India"*

یہ سمجھنا بھی اہم ہے کہ ٹکراؤ نااتفاقی یا کھلے تصادم کی شکل میں جب اس کا کُھلّم کُھلاّ اظہار کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسانوں کی کوئی تحریک زمینی وسائل پر ایک گہری کشاکش کا کھلا اظہار ہے۔ لیکن تحریک کی عدم موجودگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ٹکراؤ ہے ہی نہیں۔ اس لیے اس باب میں ٹکراؤ، غیر رضا کارانہ باہمی تعاون اور مزاحمت پر زور دیا گیا ہے۔

آیئے! اب سماج میں پائی جانے والی چند کشمکشوں کا جائزہ لیں۔ اور ٹکراؤ، باہمی اشتراک وتعاون اور مقابلہ کے درمیان قریبی رشتہ کو بھی دیکھیں۔ ہم یہاں صرف دو مثالیں لیں گے۔ پہلی مثال خاندان اور گھر بار کی ہے اور دوسری زمین سے متعلق تنازعات کی۔

روایتاً خاندان اور گھر بار اکثر وبیشتر ہم آہنگ اکائیوں کی طرح دیکھے جاتے تھے جہاں باہمی تعاون ایک غالب عمل تھا اور بے غرضی اور باہمی ہمدردی انسانی کردار کی بنیادی قوت۔ گزشتہ تیس برس کے دوران عورتوں کے نقطۂ نگاہ کے تجزیہ سے اس مفروضہ پر بہت سے سوال اٹھے ہیں۔ امرتیہ سین جیسے کئی مدبّرین نے زبردستی پیدا کیے جانے والے باہمی تعاون کے امکان پر غور کیا ہے۔

> نہ صرف یہ کہ مختلف جماعتوں کو باہمی تعاون سے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے، ان کی انفرادی سرگرمیوں کو بھی صاف اور ظاہر تعاون کی شکل اختیار کرنی چاہیے۔ ایسے حالات میں بھی جب کہ اچھے خاصے اختلافات اور ٹکراؤ موجود ہوں بھلے ہی سماجی ٹیکنالوجی کے انتخاب میں مفادات کا سنگین تصادم بھی کیوں نہ ہو، خاندانی تنظیم کا تقاضہ ہے کہ ایسے اختلافات اور جھگڑوں کو باہمی تعاون کے سانچے میں ڈھال

لیا جائے اور تنازعات اور تصادموں کو کردار سے انحراف سمجھا جائے۔(سین 1990:147)

چونکہ ٹکراؤ کو اکثر و بیشتر کھل کر ظاہر نہیں کیا جاتا۔ یہ پایا گیا ہے کہ سماج کے کم تر اور ماتحت لوگ، خواہ وہ گھر کی عورتیں ہوں یا زراعتی سماج کے کسان، ٹکراؤ سے نمٹنے کے لیے مختلف ترکیبیں استعمال کرتے ہیں اور باہمی تعاون کو یقینی بنانے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔ بہت سے سماجی مطالعات سے معلوم ہوا ہے کہ پوشیدہ ٹکراؤ اور ظاہر تعاون عام ہیں۔ درج ذیل اقتباس عورتوں کے طرزِ عمل اور گھروں میں باہمی تعلقات کے بہت سے مطالعہ جات سے اخذ کیا گیا ہے۔

> مادی دباؤ اور باہمی تعاون کے لیے دیئے گئے محرکات تقسیم تک پھیلے ہوتے ہیں۔ تقسیم کے عمل پر ظاہری ٹکراؤ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کے بجائے فیصلہ سازی، ضروریات اور ترجیحات کا ایک نظام مراتب ہے (جو عمر، جنس اور زندگی کے چکرّ سے وابستہ ہے)ایسا نظامِ مراتب جس کو عورت اور مرد دونوں مانتے نظر آتے ہیں۔ گویا عورتیں سرِ تسلیم خم کر دیتی ہیں۔ بلاشبہ آگے بڑھ کر گھرانوں کے مابین تقسیم کے کام میں امتیازانہ رواجوں اور عادتوں کی حوصلہ افزائی کا کام کرتی ہیں تاکہ ان کا اپنا طویل المدّت تحفظ یقینی ہوجائے۔ گھر کے باہر تعلقات اور وسائل تک رسائی کی اجازت نہ دیئے جانے کی وجہ سے یہ ان کے اپنے مفاد میں ہوتا ہے کہ بیٹے کو ترجیح کے رواج کو مانیں، جو اس ثقافت کا ایک خاصہ ہے۔ یہ عورتیں بہت زیادہ بے غرض، الفت اور لگاؤ میں مصروف ہو جاتی ہیں تاکہ اپنے بیٹوں کے دلوں کو اپنے حلیفوں کے طور پر جیت لیں۔ اس طرح اپنے غیر یقینی مستقبل کو یقینی بنا سکیں۔ مادرانہ ہمدردی اور لگاؤ غالبًا شمالی ہند کے میدانی علاقوں میں بیٹوں کی طرف عام میلان پایا جاتا ہے۔ اس کو ہم اس نظر سے ممکنہ خطرات کے لیے عورتوں کا جواب ہے۔ عورتیں مکمل طور پر کمزور اور بے سہارا نہیں ہوتیں۔ لیکن مردوں کی فیصلہ سازی کی ان کی مخالفت پوشیدہ ہوتی ہے۔ معتبر حلیفوں (رشتہ داروں یا پڑوسیوں) کا چھوٹے موٹے کاروبار کے لیے استعمال جوان کی طرف سے یہ کام کریں، چھپے چوری پیسہ ادھار لینا یا دینا اور جنس پر مبنی نظریات جیسے پردہ اور ماں ہونے کے مفہوم جیسے معاملات پر سودے بازی اور بات چیت کچھ ایسی ترکیبیں ہیں جن کے ذریعے عورتوں نے مردوں کی قوت کا مقابلہ کیا ہے۔
> (عبداللہ اور زینسٹین، 1982، وھائٹ، 1992)
> عورتوں کی مزاحمت اس طرح کی روپوش صورت اختیار کر لیتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر میں تعاون کے علاوہ ان کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ کھلم کھلا ٹکراؤ کی راہ جو کھم بھری ہے
> (کبیر 1996: 129)

تسلیم شدہ باتوں اور عقل عامہ کے مفروضوں پر سوال اٹھانے کی سماجیاتی روایت کے مطابق اس باب میں تعاون، تصادم اور مقابلہ کے اعمال کو تنقیدی نظر سے پرکھا گیا ہے۔ سماجیاتی نقطۂ نگاہ سے یہ عمل، فطری اور قدرتی نہیں ہے۔ یہ ان کو دیگر سماجی تبدیلیوں کے ساتھ جوڑ کر دیکھتا ہے۔ مندجہ ذیل پیراگرافوں میں آپ ایک سماجیاتی مطالعہ کے بارے میں پڑھیں گے جو زمین سے متعلق سرشتوں اور ہندوستان میں بھوٗ دان، گرام دان پر کیا گیا ہے۔ باکس کو پڑھیے اور دیکھئے کہ سماج میں پایا جانے والا باہمی تعاون واشتراک کس طرح ٹیکنا لوجی اور پیداوار کی معاشی ترتیب کے ساتھ سماجیاتی طور پر جوڑا جاسکتا ہے۔

زمین کے تنازعات کا معاملہ

ہربخش نام کے ایک راجپوت نے ناتھوٗ ہیر (پٹیل) سے 1956 میں 100 روپے قرض لیے تھے۔ اس کے لیے اپنی دوا یکڑ زمین (غیر رسمی طور پر) گروی رکھ دی تھی۔ ہربخش اسی سال چل بسا اور اس کے جانشین گنپت نے 1958 میں زمین واپس لینے کا دعویٰ کیا۔ اس کے لیے اس نے 200 روپے دینے کی پیش کش کی۔ ناتھو نے گنپت کو زمین واپس دینے سے انکار کر دیا۔ گنپت کوئی قانونی کارروائی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ لین دین مال گزاری کے ریکارڈوں میں درج نہ تھا۔ ان حالات میں گنپت نے تشدّد کا سہارا لیا اور 1959 میں زمین پر کاشت کرنے لگا۔ (گرام دان کے ایک سال بعد) گنپت جو پولیس کے سپاہی کی حیثیت سے ملازمت کرتا تھا، پولیس کے افسروں پر اثر ڈالنے میں کامیاب ہوا۔ جب پٹیل پھلیرا (پولیس تھانہ ہیڈ کوارٹر) گیا تو اسے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا اور اس سے زبردستی یہ منوایا گیا کہ وہ گنپت کو زمین واپس کر دے گا۔ بعد میں گاؤں والوں کی ایک میٹنگ بلوائی جس میں اسے روپیہ دے دیا گیا اور گنپت کو زمین واپس مل گئی۔ (اومن : 1972)

ٹیکنا لوجی کی آمد نے بھی باہمی تعاون اور اشتراک کی ضرورت کو کم کر دیا تھا۔ مثلاً کنویں سے سینچائی کرنے کے ایک اوزار یعنی چرس کو چلانے کے لیے بیلوں کی دو جوڑیاں اور چار آدمی درکار ہوتے ہیں۔ چار بیلوں کی قیمت ایک معمولی سے کسان کے بس سے باہر کی چیز ہے۔ ایک متوسط گھرانے کے پاس مطلوبہ انسان یعنی چار آدمی ہونا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں انہیں بیل اور آدمی دوسرے گھرانوں سے (رشتہ دار، پڑوسی، دوست وغیرہ) قرض لینے پڑتے ہیں اور اس کام کے بدلے کام کر کے چکانے کا وعدہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر چرس جس کے لیے زیادہ پیسہ درکار ہوتا ہے آب پاشی کے لیے رہٹ (ایرانی پہیہ) استعمال کیا جائے تو محض ایک جوڑی بیلوں اور چلانے کے لیے ایک شخص کی ضرورت ہوگی۔ آب پاشی کے معاملے میں تعاون کی ضرورت زیادہ پیسہ لگانے اور کارگزار ٹکنالوجی کے استعمال سے کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کسی نظام میں ٹکنالوجی کا معیار لوگوں اور گروپوں کے درمیان باہمی تعاون اور اشتراک کا تعین کر سکتا ہے۔

ماخذ: ٹی۔ کے۔ اومن *"Stability and change*: An Analysis of Bhoodan-Gramdan Movement in India" 1972 p.88

عملی کام 10

زمین کے معاملے میں ٹکراؤ کا درج ذیل بیان پڑھیے۔ اس میں موجود مختلف سماجی گروہوں کی شناخت کیجیے۔ قوت کے کردار اور وسائل تک رسائی کو غور سے دیکھیے۔

نتیجہ (Conclusion)

اس باب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایک جانب ڈھانچہ اور طبقاتی ترتیب کے درمیان کے رشتے کو سمجھا جائے اور دوسری جانب سماجی اعمال جیسے باہمی تعاون مقابلہ اور ٹکراؤ کو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ تینوں سماجی عمل ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن پھر بھی یہ اکثر ایک ساتھ رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کی جگہ لے لیتے ہیں اور بعض اوقات پوشیدہ انداز میں موجود رہتے ہیں۔ جیسا کہ زبردستی لادے ہوئے باہمی تعاون کے بارے میں کی گئی اوپر کی گفتگو سے ظاہر ہے۔ ہم سرگرمیوں کے ساتھ اس گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔ جن میں حقیقی زندگی کے واقعات بیان کیے گیے ہیں اور جن سے آپ اپنے سماجی گروہوں کے لیے کام کرتے ہیں۔ جن کا مقام سماجی اور طبقاتی ترتیب میں جدا جدا ہے۔

عملی کام 11

رپوٹ کو اچھی طرح پڑھیئے اور سماجی ڈھانچہ، طبقاتی ترتیب اور سماجی عوامل کے مابین تعلق پر گفتگو کیجیے۔ بیان کیجیے کہ کس طرح دو کردار پُشپا اور سنتوش سماجی ڈھانچہ اور طبقاتی تقسیم کے نظام کی وجہ سے مجبور اور لاچار ہیں۔ کیا ان دونوں کی زندگیوں میں تعاون باہمی، مقابلہ اور تصادم کی تینوں عملیات کو پہچانا جانا ممکن ہے؟ کیا ان شادیوں کو باہمی تعاون کے عمل کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے؟ کیا ان شادیوں کو ایسی کارروائیاں سمجھا جاسکتا ہے جو ملازمتوں کے مسابقتی بازار میں زندہ رہنے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ شادی شدہ جوڑوں کو ترجیح دی جاتی ہے؟ کیا آپ کو ٹکراؤ کی کوئی علامت نظر آتی ہے؟

8 مئی 2006 کا **Outlook** رسالہ

" Meet the Parents : Teen marriages, migrant labour and cane factories in crisis A vicious cycle."

تھوڑی سی توڑ مروڑ کے ساتھ یہ بھی وہی پرانی کہانی ہے۔ 14 برس کا سنتوش شِنڈے، ان بے زمینی مزدوروں کا بیٹا ہے جو اپنی تعلیم کے لیے 8000 روپے کا قرض لیتا ہے۔ اب ساہوکار اپنا پیسہ واپس چاہتا ہے۔ لہٰذا شنڈے اور اس کی بیوی اس شخص سے پیشگی تنخواہ لیتے ہیں، جو شہر میں نوکریاں دینے والا اکیلا آدمی ہے۔ گنّے کے کارخانے کا ٹھیکہ دار ہے۔ یہاں مشکل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف شوہر اور بیوی ہیں اور ان کا ایک چھنوٹر کا۔ لہٰذا شنڈے اور اس کی بیوی کو سنتوش کے لیے جلدی میں ایک دلہن تلاش کر لیتے ہیں۔ وہ ہے پُشپا جس کی عمر بھی 14 سال ہے۔ وہ مہاراشٹر کے ضلع عثمان آباد میں واقع ان لوگوں کے گاؤں سے ان کے ساتھ کرناٹک چلی جاتی ہے۔ راستے میں ایک جگہ رک کر مندر میں سادگی کے ساتھ شادی کر لیتے ہیں۔

جن کے نتیجے میں....اس کا ایک نام بھی ہے Gatekin یعنی ''دروازہ کا رشتہ دار'' غالبًا یہ لفظ ان عارضی کیمپوں سے آیا ہے جو نقلِ مکانی یا ہجرت کرنے والے مزدور گنّے کی کٹائی کے موسم میں کارخانے کے دروازے کے باہر قائم کر لیتے ہیں۔ٹھیکہ غیر شادی شدہ لڑکوں سے زیادہ شادی شدہ جوڑوں کو کام کے لیے پسند کرتے ہیں۔اس لیے کہ ان لوگوں کا مہینوں تک ٹکے رہنے کا امکان ہوتا ہے۔

تقریباً مغربی مہاراشٹر کے گنّا پلنے کے کارخانے، جو کبھی ہندوستان کی چینی کا ایک تہائی حصہ پیدا کیا کرتے تھے، اب بحرانی دور سے گزر رہے ہیں۔جس کی وجہ سے چلتے پھرتے اور باہر سے آنے والے مزدوروں کے لیے کام کے مواقع بہت کم ہو گئے ہیں۔کچھ تخمینوں کے مطابق کہ ان کارخانوں پر 1900 کروڑ روپے کا قرض ہو گیا اور اس سال 177 میں سے 120 کو مجبور ہو کر مشکل سے نکالنے کے لیے مرکزی حکومت کے 1,650 روپے کے پیکج سے فائدہ حاصل کرنا پڑا۔لیکن تھوڑے تھوڑے سے پیسے نے مہاجر مزدوروں کی تکلیف اور بڑھا دی ہے، جو کھیتوں میں خوب لگ کر اور تیزی کے ساتھ چھ مہینے لمبے گنّے کے موسم میں گنّا کاٹ رہے ہیں۔انہیں کام ملنا دشوار تر ہو گیا ہے اور اجرتیں بے حد نیچے آ گئی ہیں۔

گنگلی سنتوش نے جو اب 16 برس کا ہو گیا ہے اور جس کی مونچھیں پھیل رہی ہیں، ابھی ابھی دسویں کے امتحان میں بیٹھا ہے۔پُشپا جو ایک اچھی متعلّم ہے اپنی تعلیمی خواہشوں کو اپنے ڈیڑھ برس کے بیٹے کی دیکھ بھال کے ساتھ متوازن کرتی ہے۔پھر گھر اور کھیت کا کام بھی ہے۔جیسا کہ اس کا کہنا ہے''میری شادی بڑی عجلت میں ہوئی۔کبھی کبھی میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ آخر میری شادی کب ہوئی تھی؟ یہ سب کچھ کب ہوا؟'' جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس کی صحت پر اس کا برا اثر پڑا ہے تو یہ نو جوان ماں کہتی ہے۔''میں ان باتوں کے بارے میں سوچنے کی کوشش ہی نہیں کرتی ہوں جن پر میرا کوئی بس نہیں چل سکتا۔اس کی بجائے میں ان باتوں پر توجہ دیتی ہوں جو میں اب کر سکتی ہوں۔''اس کے سسرال والے کہتے ہیں کہ وہ آگے اپنی پڑھائی بھی جاری رکھ سکتی ہے، جب اسے کوئی وظیفہ مل جائے۔بصورت دیگر یہ نو جوان جوڑا ممبئی ہجرت کر جائے گا اور وہاں مزدوری یا اور کوئی کام کرے گا۔

عملی کام 12

رپورٹ کو غور سے پڑھیے اور عملی کام 11 میں دیئے گئے وکرم اور رتن کو درپیش مقابلہ اور سنتوش اور پُشپا کو درپیش مقابلہ کا فرق بتائیے۔

The Week (7 مئی 2006) میں ایک خاص مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا:

"The New Workaholies: Their Goals, Money, Risks, Health." چوں کہ ہندوستان کی معیشت 8 فی صدی کی در سے چھلانگیں مار رہی ہے، تمام مشکلات رفع ہو رہی ہیں۔کاروبار کے ہر میدان میں ہزاروں نوکریاں پیدا ہو رہی ہیں۔بدلتے ہوئے روپے اور

کام کرنے کے نئے انداز سامنے آرہے ہیں۔ لہٰذا نوجوان پیشہ ورانہ ماہر فوری صلہ چاہتے ہیں۔ ترقیاں جلد اور تیزی سے آنی چاہئیں۔ اور پیسہ.........غیر معمولی تنخواہیں، دیگر سہولتیں اور تنخواہوں میں بڑے بڑے اضافے....... عظیم محرک پوری دنیا کو گھماڈالتا ہے۔ 27 سالہ وکرم سامنت کو جس نے حال ہی میں ایک بی۔ پی۔ او میں کام شروع کیا ہے یہ بتانے میں بالکل جھجک نہیں ہے کہ بہتر تنخواہ کے لیے اس نے پچھلی نوکری چھوڑ دی۔ وہ کہتا ہے: پیسہ ایک اہم چیز ہے لیکن میرے نئے آجر پوری طرح جانتے ہیں کہ میں اس ہر ایک روپیہ کا اہل ہوں جو مجھے ادا کیا جاتا ہے۔

نوجوان کام کے دھنیوں کو جو چیز آگے بڑھا رہی ہے وہ یہ ضرورت ہے کہ کارپوریٹ (بڑی بزنس کمپنیاں) کی سیڑھیوں کو کس طرح چھلانگ مار کر اوپر پہنچا جائے، بجائے اس کے کہ ہر ڈنڈے پر نپے تلے قدم رکھ کر احتیاط کے ساتھ چڑھا جائے۔ جی ہاں! میں اگلا عہدہ جلد چاہتا ہوں نہ کہ اس وقت جب میں گنجا ہونا شروع ہو جاؤں گا۔ نِتن کا کہنا ہے: جس نے اگلی چھلانگ کا انتظار کرنے سے انکار کر دیا اور آئی سی آئی سی آئی (ICICI) سے عہدے کی ترقی کے ساتھ پھدک کر اسٹینڈرڈ چارٹرڈ تک پہنچ گیا اور اس کے بعد بطور علاقائی منیجر (ZONAL MANAGER) آپٹی مکس (OPTIMIX) چلا گیا۔

اصطلاحات
(Glossary)

Altruism: کسی خودغرضی یا ذاتی مفاد کے بغیر دوسروں کی مدد کرنے کا اصول۔

Alienation : مارکس نے اس اصطلاح کا استعمال محنت کشی کی نوعیت اور اپنی محنت سے بنائی ہوئی چیزوں پر سے مزدوروں کے اختیار کے ختم ہونے کے لیے کیا تھا۔

Anomie: ڈرکھیم کے لیے ایسی کیفیت جس میں کردار کے رہ نما اصول و معیار ختم ہو جاتے ہیں اور افراد کو سماجی پابندیوں یا رہ نمائی کے بغیر آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

Capitalism : ایک ایسا معاشی نظام جس میں ذرائع پیداوار نجی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ انہیں اس طرح منظّم کیا جاتا ہے کہ بازار کے سہارے منافع اکٹھا ہوتا رہے۔ اس میں محنت اجرتی مزدوروں کی ہوتی ہے۔

Division of Labour: کاموں کا تخصص جس کے ذریعے مختلف پیشے ایک پیداواری نظام میں یکجا کر دیئے جاتے ہیں۔

تمام سماجوں میں تقسیم کاری کی کوئی نہ کوئی بنیادی شکل پائی جاتی ہے بالخصوص عورتوں اور مزدوروں کے وضع کیے گئے کاموں کے درمیان۔ صنعتی ترقی کے ساتھ تقسیمِ کار پہلے کے کسی قسم کے پیداواری نظام سے زیادہ پیچیدہ ہو گیا۔ جدید دنیا میں تقسیم کا دائرۂ کار بین الاقوامی ہو گیا ہے۔

Dominant Ideology: مشترکہ خیالات یا اعتقادات جو حاوی و غالب گروپوں کے مفادات کو جائز قرار دینے کا کام کرتے ہیں۔ ایسے نظریات ہر ایسے سماج میں پائے جاتے ہیں جہاں گروپوں کے مابین منظّم اور پیوستہ نابرابری پائی جاتی ہے۔ نظریاتی تصور اقتدار کے تصور سے بہت میل کھاتا ہے کیونکہ نظریاتی نظام گروپوں کے اقتدار کو جائز ٹھہرانے کا کام کرتے ہیں۔

Individualism: عقائد یا طریقۂ ہائے فکر جن کی پوری توجہ خود مختار فرد پر مرکوز ہوتی ہے نہ کہ گروپ پر۔

Laissez-faire Liberalism: ایک سیاسی اور معاشی نقطۂ نظر جو معیشت میں حکومت کی عدم مداخلت اور بازار کی نیز مالکانِ جائداد کی آزادی پر مبنی ہے۔

Mechanical Solidarity: ڈرکھیم کے مطابق ایسے روایتی کلچر یا ثقافتیں جن میں تقسیم کار کم ہوتی ہے ان میں میکانکی اتحاد نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔ چوں کہ سماج کے زیادہ تر لوگ ایک ہی طرح کے پیشوں میں لگے ہوتے ہیں، اس لیے وہ مشترک تجربہ اور مشترکہ اعتقادات کی بنا پر آپس میں جڑے ہوتے ہیں۔

Modernity: سماجی عمل کا امتیاز، پیچیدگیاں اور محرّکات جو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں کھل کر سامنے آئے۔ جن کی وجہ سے زندگی کے روایتی طریقوں سے ایک واضح فرق سامنے آیا۔ یہ اصطلاح ان سب کو یکجا کرنے کے لیے وضع کی گئی۔

Organic solidarity: ڈرکھیم کے مطابق ایسے معاشرے جن کا خاصہ جسمانی اتحاد اور یگانگت ہوتا ہے، یہ لوگوں کے معاشی انحصار باہمی پر مبنی ہوتی ہے۔ لوگ دوسروں کی حصہ داری کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ جوں جوں تقسیم کار زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا ہے، لوگوں کا اک دوسرے پر انحصار بڑھتا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کو ایسے سامان اور خدمات درکار ہوتی ہیں جو دوسرے پیشوں کے لوگ فراہم کرتے ہیں۔ معاشی لین دین کے رشتے اور باہمی انحصار سماجی اتفاقِ رائے تیار کرنے میں مشترکہ اعتقادات کی جگہ لے لیتے ہیں۔

Social Constraint: اس اصطلاح سے مراد وہ حقیقت ہے کہ ایسے گروپ اور معاشرے جن کا ہم ایک حصہ ہیں، ہمارے

کردار پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ ہم انہی کی طرح بن جاتے ہیں۔ سماجی دباؤ کے بارے میں درخائم کا خیال انہی سماجی حقائق کے امتیازی اوصاف میں سے ایک ہے۔

Structures: عام طور پر اس کا مطلب ہوتا ہے تنظیم کے تیار کردہ خاکے اور شکل وصورت جو کسی نہ کسی طریقے سے انسانی کردار کی رہنمائی کرتے ہیں یا رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔

مشقیں

1. ایسے مختلف زراعتی اور صنعتی کاموں پر گفتگو کیجیے جن میں باہمی اشتراک وتعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔
2. کیا اشتراک باہمی ہمیشہ رضا کارانہ ہوتا ہے یا زبردستی تھوپا جاتا ہے؟ اگر زبردستی کرایا جاتا ہے تو کیا اس کی وجہ قانونی پابندیاں ہیں یا سماجی اقدار کی قوت؟ مثالوں کے ساتھ بحث کیجیے۔
3. کیا آپ ہندوستانی سماج سے لی گئی ٹکراؤ یا تصادم کی مثالیں معلوم کر سکتے ہیں؟ ہر مثال میں ٹکراؤ کے اسباب پر گفتگو کیجیے۔
4. ایک مضمون لکھیے جو ٹکراؤ اور تنازعات کے حل کی مثالوں پر مبنی ہو۔
5. ایک ایسے سماج کا تصور کیجیے جہاں مقابلہ موجود نہیں ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟
6. اپنے والدین اور بڑوں، دادا، دادی یا ان کے ہی زمانے کے دوسرے لوگوں سے بات کیجیے کہ کیا جدید معاشرہ میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ مقابلہ آرائی یا ٹکراؤ ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ واقعی ایسا ہی ہے تو آپ اس کی سماجیاتی توضیح وتشریح کس طرح کریں گے؟

حوالہ جات

- ولیج مین آف بنگلا دیش: پروسپکٹس فار چینج (1982)، ایس، زیڈ اِنسٹن اور ٹی، عبداللہ، پرگسمین پریس، آکسفورڈ
- شی کمس ٹو ٹیک ہر رائٹس: انڈین ویمن، پروپرٹی اینڈ پروپرٹی (2001) شریمتی بسو، کالی فار وومین، نئی دہلی
- سوشیولوجی ایز سوشل کریٹی سزم (1975) ٹی، بی، بوٹومور، جارج ایلین اور انوین لیمیٹڈ، لنڈن
- دی ڈیویژن آف لیبر ان سوسائٹی (1933) ایمل ڈرکھیم، اے فری پریس (پیپر بیک) دی میک میلن کمپنی، نیو یارک